عابد
خطبات
69

خطبۂ جمعۃ المبارک

عنوان:

کراماتِ اولیاء



خطبہ رائٹر

ابوضیاء تنزیل عابد

مدرس: جامعہ اسلامیہ سلفیہ ڈلن بنگلہ بوریوالا

شعبہ تبلیغ

جامعہ اسلامیہ سلفیہ ڈلن بنگلہ بوریوالا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کراماتِ اولیاء

اہم عناصر:

- کراماتِ اولیاء قرآن کی روشنی میں
- کراماتِ اولیاء احادیث کی روشنی میں
- کراماتِ اولیاء تاریخ کی روشنی میں

إن الحمد لله، نحمده ونستعينه، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأن محمدا عبده ورسوله أما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَكَانُوا۟ يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾ [یونس:63-62]

ذی وقار سامعین!

اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کو دنیا میں اپنی نشانیوں کے طور پر ظاہر فرمایا ہے۔ یہ بندے وہ ہوتے ہیں جو اپنے ایمان، اعمال اور تقویٰ کے سبب خاص مقام و مرتبہ حاصل کرتے ہیں۔ ان کی زندگی اللہ کی اطاعت، بندگی، اور دین کی سربلندی کے لیے وقف ہوتی ہے۔ ایسے بندے جو اللہ کے مقرب ہوتے ہیں، انہیں "اولیاء اللہ" کہا جاتا ہے۔

ولی وہ ہوتا ہے جو ایمان و تقویٰ کے اعلیٰ درجے پر فائز ہو، جس کی زندگی کا مقصد اللہ کی رضا ہو، اور جو اپنے اعمال و اخلاق سے اللہ کی بندگی کا کامل نمونہ پیش کرے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَكَانُوا۟ يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾

”سن لو! بے شک اللہ کے دوست، ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ جو ایمان لائے اور بچا کرتے تھے۔“[یونس: 63-62]

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ ولایت کی بنیاد ایمان اور تقویٰ پر ہے، نہ کہ کسی موروثی سلسلے یا محض زبانی دعوے پر۔

اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کے ہاتھوں ایسے غیر معمولی امور صادر فرماتے ہیں جو عام انسانی قدرت اور قوانینِ فطرت سے ماوراہوتے ہیں۔ یہ غیر معمولی امور دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک وہ جو انبیاء کرام کے ہاتھوں ظاہر ہوتے ہیں، انہیں ”معجزہ“ کہا جاتا ہے، اور دوسرا وہ جو اولیاء اللہ کے ذریعے ظاہر ہوتے ہیں، اسے ”کرامت“ کہتے ہیں۔ معجزہ نبی کے لیے ایک دلیل اور اس کی نبوت کی سچائی کی علامت ہوتا ہے، جبکہ کرامت کسی ولی کے تقویٰ اور اللہ سے قربت کی نشانی ہوتی ہے، لیکن اس کے ساتھ یہ ضروری نہیں کہ ولی اپنی کرامت کے ذریعے کسی چیلنج یا مقابلے کا اعلان کرے، جیسا کہ انبیاء کے معجزات میں ہوتا ہے۔

معجزہ اور کرامت میں ایک اور اہم فرق یہ ہے کہ معجزہ قطعی ہوتا ہے، یعنی نبی جو معجزہ پیش کرتا ہے وہ اللہ کی طرف سے یقینی ہوتا ہے اور اس کا وقوع پذیر ہونا لازمی ہوتا ہے، جبکہ کرامت کا ہونا یا نہ ہونا اللہ کی مشیّت پر منحصر ہے اور ولی کو اس پر کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ ولی کبھی بھی اپنی کرامت پر غرور یا ناز نہیں کرتا، بلکہ اسے اللہ کی عطا اور اس کی قدرت کا اظہار سمجھتا ہے۔

کرامات کو دیکھ کر کسی کی ولایت کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، بلکہ حقیقی ولی وہی ہے جو شریعت کا پابند ہو، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں زندگی بسر کرے اور اس کا ہر قول و فعل قرآن و حدیث کے مطابق ہو۔ اگر کوئی شخص اپنی کرامت کا دعویٰ کرے لیکن شریعت سے روگردانی کرے، تو اس کا دعویٰ باطل ہے، کیونکہ ولایت کا حقیقی معیار دین پر ثابت قدمی اور اطاعتِ الٰہی ہے، نہ کہ محض خرقِ عادت چیزوں کا ظہور۔

پس، کرامت اللہ کے خاص بندوں کے لیے ایک نعمت ہے، مگر اصل کمال اور عظمت دین پر استقامت میں ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جو ہمیں کراماتِ اولیاء کے باب میں ذہن نشین کرنی چاہیے، تاکہ ہم حقیقی ولایت کو سمجھیں اور اس کے ذریعے اپنے ایمان و عمل کو درست کریں۔

آج کے خطبہ جمعہ میں ہم اولیاء اللہ کی چند کرامات کا ذکر کریں گے۔

کراماتِ اولیاء قرآن کی روشنی میں

پھل کہاں سے آئے۔۔۔؟

سیدہ مریم علیہا السلام نبیہ نہیں ہیں، بلکہ اللہ کی ولی و محبوب بندی اور ایک پرہیزگار ماں باپ کی متقی اولاد ہیں، جنہیں اللہ نے ان کے ماں باپ کے اخلاص کو قبول کرتے ہوئے ایک ایسے پیغمبر کی ماں بنا دیا جو صرف پیغمبر نہیں، بلکہ اللہ کے کلمات میں سے ایک کلمہ، اور نشانی قدرت بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ؕ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾

”پس اس کے رب نے اسے اچھی قبولیت کے ساتھ قبول کیا اور اچھی نشوونما کے ساتھ اس کی پرورش کی اور اس کا کفیل زکریا کو بنا دیا۔ جب کبھی زکریا اس کے پاس عبادت خانے میں داخل ہوتا، اس کے پاس کوئی نہ کوئی کھانے کی چیز پاتا، کہا اے مریم! یہ تیرے لیے کہاں سے ہے؟ اس نے کہا یہ اللہ کے پاس سے ہے۔ بے شک اللہ جسے چاہتا ہے کسی حساب کے بغیر رزق دیتا ہے۔“ [آل عمران:37]

اس میں مریم علیہا السلام کی کرامت یہ ہے کہ جس جگہ مریم علیہا السلام مصروف عبادت ہوتی تھیں،

اس کمرہ میں سیدنا زکریا علیہ السلام کے علاوہ سب کا داخلہ ممنوع تھا، سیدہ مریم علیہا السلام کے لیے سامان خوردونوش بھی سیدنا زکریا علیہ السلام ہی وہاں پہنچایا کرتے تھے، پھر بارہا ایسا بھی ہوا کہ سیدنا زکریا علیہ السلام خوراک دینے کے لیے اس کمرہ میں داخل ہوئے تو سیدہ مریم علیہا السلام کے پاس پہلے ہی سے کھانے پینے کا سامان پڑا دیکھا، وہ اس بات پر حیران ہو کر پوچھتے ہیں کہ میرے بغیر یہاں کوئی آتا بھی نہیں اور اس کے پاس پھل بھی ایسے ہیں جن کا موسم بھی نہیں تو اس حیرانی میں پوچھا مریم علیہا السلام یہ تمہارے پاس کہاں سے آتے ہیں؟ تو انہوں نے بلا تکلف فرمادیا اللہ کے ہاں سے۔

اس میں ایک بہت بڑا سبق یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حقیقی ولی اپنی کرامات کی نسبت اپنی طرف نہیں کرتے، بلکہ وہ یہی کہتے ہیں کہ یہ اللہ ہی کا فضل ہے۔

309 سال:

اصحابِ کہف چند نیک نوجوان تھے جو ایک ظالم بادشاہ کے دور میں ایمان پر قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ۝۱۳

”ہم تجھ سے ان کا واقعہ ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں، بے شک وہ چند جوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے انھیں ہدایت میں زیادہ کر دیا۔“[الکھف:13]

جب ان پر ظلم و ستم بڑھا اور ان کا ایمان خطرے میں پڑا تو انہوں نے اللہ سے دعا کی:

رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝۱۰

”اے ہمارے رب! ہمیں اپنے پاس سے کوئی رحمت عطا کر اور ہمارے لیے ہمارے معاملے میں کوئی رہنمائی مہیا فرما۔“[الکھف:10]

اللہ نے انہیں ہدایت دی، اور وہ ایک غار میں پناہ لینے چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک طویل نیند سلا دیا:

فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ﴿۱۱﴾

"تو ہم نے غار میں ان کے کانوں پر گنتی کے کئی سال پر دہ ڈال دیا۔" [الکھف:11]

وہ 309 سال تک غار میں سوتے رہے اور اس دوران اللہ نے ان کے جسموں کو محفوظ رکھا، ان کی کروٹیں اللہ تعالیٰ خود بدلتے رہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ تَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّ هُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ؕ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّ لَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾

"اور تو انھیں جاگتے ہوئے خیال کرے گا، حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں اور ہم دائیں اور بائیں ان کی کروٹ پلٹتے رہتے ہیں اور ان کا کتا اپنے دونوں بازو دہلیز پر پھیلائے ہوئے ہے۔ اگر تو ان پر جھانکے تو ضرور بھاگتے ہوئے ان سے پیٹھ پھیر لے اور ضرور ان کے خوف سے بھر دیا جائے۔" [الکھف:18]

جب وہ بیدار ہوئے تو انہیں لگا کہ وہ صرف ایک دن یا کچھ گھنٹے سوئے ہیں ، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ كَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ

"اور اسی طرح ہم نے انھیں اٹھایا، تاکہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھیں، ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا تم کتنی دیر رہے ؟ انھوں نے کہا ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے، دوسروں نے کہا تمھارا رب زیادہ جاننے والا ہے جتنی مدت تم رہے ہو۔" [الکھف:19]

جادوگر افضل ہے یا راہب افضل۔۔۔؟

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ۙ﴿۴﴾

”مارے گئے اس خندق والے۔“ [البروج:4]

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا اور اس کا ایک جادوگر تھا۔ جب وہ جادوگر بوڑھا ہو گیا تو بادشاہ سے بولا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں، میرے پاس کوئی لڑکا بھیج کہ میں اس کو جادو سکھلاؤں۔ بادشاہ نے اس کے پاس ایک لڑکا بھیجا، وہ اس کو جادو سکھلاتا تھا۔ اس لڑکے کی آمدورفت کی راہ میں ایک راہب تھا (عیسائی درویش یعنی پادری تارک الدنیا)، وہ لڑکا اس کے پاس بیٹھا اور اس کا کلام سنا تو اسے اس کی باتیں اچھی لگیں۔ اب جادوگر کے پاس جاتا تو راہب کی طرف سے ہو کر نکلتا اور اس کے پاس بیٹھتا، پھر جب جادوگر کے پاس جاتا تو جادوگر اس کو (دیر سے آنے کی وجہ سے) مارتا۔ آخر لڑکے نے جادوگر کے مارنے کا راہب سے گلہ کیا تو راہب نے کہا کہ جب تو جادوگر سے ڈرے، تو یہ کہہ دیا کر کہ میرے گھر والوں نے مجھ کو روک رکھا تھا اور جب تو اپنے گھر والوں سے ڈرے، تو کہہ دیا کر کہ جادوگر نے مجھے روک رکھا تھا۔

اسی حالت میں وہ لڑکا رہا کہ اچانک ایک بڑے درندے پر گزرا کہ جس نے لوگوں کو آمدورفت سے روک رکھا تھا۔ لڑکے نے کہا کہ آج میں معلوم کرتا ہوں کہ جادوگر افضل ہے یا راہب افضل ہے۔ اس نے ایک پتھر لیا اور کہا کہ الٰہی اگر راہب کا طریقہ تجھے جادوگر کے طریقے سے زیادہ پسند ہو، تو اس جانور کو قتل کر تاکہ لوگ گزر جائیں۔ پھر اس کو پتھر سے مارا تو وہ جانور مر گیا اور لوگ گزرنے لگے۔ پھر وہ لڑکا راہب کے پاس آیا اس سے یہ حال کہا تو وہ بولا کہ بیٹا تو مجھ سے بڑھ گیا ہے، یقیناً تیرا رتبہ یہاں تک پہنچا جو میں دیکھتا ہوں اور تو عنقریب آزمایا جائے گا۔ پھر اگر تو آزمایا جائے تو میرا نام نہ بتلانا۔ اس لڑکے کا یہ حال تھا کہ اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا اور ہر قسم کی بیماری کا علاج کرتا تھا۔ یہ حال جب بادشاہ کے مصاحب جو کہ اندھا ہو گیا تھا سنا تو اس لڑکے کے پاس بہت سے تحفے لایا اور کہنے لگا کہ یہ سب مال تیرا ہے اگر تو مجھے اچھا

کردے۔ لڑکے نے کہا کہ میں کسی کو اچھا نہیں کرتا، اچھا کرنا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے، اگر تو اللہ پر ایمان لائے تو میں اللہ سے دعا کروں گا تو وہ تجھے اچھا کر دے گا۔ وہ وزیر اللہ پر ایمان لایا تو اللہ نے اس کو اچھا کر دیا۔ وہ بادشاہ کے پاس گیا اور اس کے پاس بیٹھا جیسا کہ بیٹھا کرتا تھا۔ بادشاہ نے کہا کہ تیری آنکھ کس نے روشن کی؟ وزیر بولا کہ میرے مالک نے۔ بادشاہ نے کہا کہ میرے سوا تیرا مالک کون ہے؟ وزیر نے کہا کہ میرا اور تیرا مالک اللہ ہے۔ بادشاہ نے اس کو پکڑا اور عذاب شروع کیا، یہاں تک کہ اس نے لڑکے کا نام لے لیا۔ وہ لڑکا بلایا گیا۔ بادشاہ نے اس سے کہا کہ اے بیٹا تو جادو میں اس درجہ پر پہنچا کہ اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا ہے اور بڑے بڑے کام کرتا ہے؟ وہ بولا کہ میں تو کسی کو اچھا نہیں کرتا بلکہ اللہ اچھا کرتا ہے۔ بادشاہ نے اس کو پکڑا اور مارتا رہا، یہاں تک کہ اس نے راہب کا نام بتلایا۔

راہب پکڑ لیا گیا۔ اس سے کہا گیا کہ اپنے دین سے پھر جا۔ اس کے نہ ماننے پر بادشاہ نے ایک آرہ منگوایا اور راہب کی مانگ پر رکھ کر اس کو چیر ڈالا، یہاں تک کہ دو ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔ پھر وہ وزیر بلایا گیا، اس سے کہا گیا کہ تو اپنے دین سے پھر جا، اس نے بھی نہ مانا اس کی مانگ پر بھی آرہ رکھا گیا اور چیر ڈالا یہاں تک کہ دو ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔ پھر وہ لڑکا بلایا گیا، اس سے کہا کہ اپنے دین سے پلٹ جا، اس نے بھی نہ انکار کیا۔ نے اس کو اپنے چند ساتھیوں کے حوالے کیا اور کہا کہ اس کو فلاں پہاڑ پر لے جا کر چوٹی پر چڑھاؤ، جب تم چوٹی پر پہنچو تو اس لڑکے سے پوچھو، اگر وہ اپنے دین سے پھر جائے تو خیر، نہیں تو اس کو دھکیل دو۔ وہ اس کو لے گئے اور پہاڑ پر چڑھایا۔ لڑکے نے دعا کی کہ الٰہی جس طرح تو چاہے مجھے ان کے شر سے بچا۔ پہاڑ ہلا اور وہ لوگ گر پڑے۔ وہ لڑکا بادشاہ کے پاس چلا آیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تیرے ساتھی کہاں گئے؟ اس نے کہا کہ اللہ نے مجھے ان کے شر سے بچا لیا۔ پھر بادشاہ نے اس کو اپنے چند ساتھیوں کے حوالے کیا اور کہا کہ اس کو ایک کشتی میں دریا کے اندر لے جاؤ، اگر اپنے دین سے پھر جائے تو خیر، ورنہ اس کو دریا میں دھکیل دینا۔ وہ لوگ اس کو لے گئے۔ لڑکے نے کہا کہ الٰہی! تو مجھے جس طرح

چاہے ان کے شر سے بچالے۔ وہ کشتی اوندھی ہو گئی اور لڑکے کے سوا سب ساتھی ڈوب گئے اور لڑکا زندہ بچ کر بادشاہ کے پاس آگیا۔

بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ تیرے ساتھی کہاں گئے؟ وہ بولا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے شر سے بچالیا۔ پھر لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ تو مجھے اس وقت تک نہ مار سکے گا، جب تک کہ جو طریقہ میں بتلاؤں وہ نہ کرے۔ بادشاہ نے کہا کہ وہ کیا؟ اس نے کہا کہ تو سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر کے مجھے ایک لکڑی پر سولی دے، پھر میرے ترکش سے ایک تیر لے کر کمان کے اندر رکھ، پھر کہہ کہ اس اللہ کے نام سے مارتا ہوں جو اس لڑکے کا مالک ہے۔ پھر تیر مار۔ اگر تو ایسا کرے گا تو مجھے قتل کرے گا۔ بادشاہ نے سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا، اس لڑکے کو درخت کے تنے پر لٹکایا، پھر اس کے ترکش میں سے ایک تیر لیا اور تیر کو کمان کے اندر رکھ کر یہ کہتے ہوئے مارا کہ اللہ کے نام سے مارتا ہوں جو اس لڑکے کا مالک ہے۔

وہ تیر لڑکے کی کنپٹی پر لگا۔ اس نے اپنا ہاتھ تیر کے مقام پر رکھا اور مر گیا۔ لوگوں نے یہ حال دیکھ کر کہا کہ ہم تو اس لڑکے کے مالک پر ایمان لائے، ہم اس لڑکے کے مالک پر ایمان لائے، ہم اس لڑکے کے مالک پر ایمان لائے۔ کسی نے بادشاہ سے کہا کہ اللہ کی قسم! جس سے تو ڈرتا تھا وہی ہوا یعنی لوگ ایمان لے آئے۔ بادشاہ نے راستوں کے نالوں پر خندقیں کھودنے کا حکم دیا۔ پھر خندقیں کھودی گئیں اور ان میں خوب آگ بھڑکائی گئی اور کہا کہ جو شخص اس دین سے (یعنی لڑکے کے دین سے) نہ پھرے، اسے ان خندقوں میں دھکیل دو، یا اس سے کہا جائے کہ ان خندقوں میں گرے۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا، یہاں تک کہ ایک عورت آئی جس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا، اس عورت نے آگ میں گرنے سے تردد کیا تو بچے نے کہا کہ اے ماں! صبر کر تو سچے دین پر ہے۔ [صحیح مسلم: 7511]

کراماتِ اولیاء احادیث کی روشنی میں

یہ تو پہلے سے تین گنا زیادہ ہے:

سیدنا عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

اصحاب صفہ بہت نادار اور مفلس لوگ تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا:

مَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ اثْنَيْنِ فَلْيَذْهَبْ بِثَالِثٍ وَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ أَرْبَعَةٍ فَلْيَذْهَبْ بِخَامِسٍ أَوْ سَادِسٍ

"جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے آدمی کو ساتھ لے جائے اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ پانچویں چھٹے کو ساتھ لے جائے۔"

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ تین مہمان لے آئے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ دس مہمانوں کو لے کر گئے۔ بہر حال حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ گھر کے افراد سے تین آدمی زائد لائے تھے کیونکہ گھر میں میں، میرا باپ اور میری والدہ وغیرہ تھے۔ ایک خادم جو میرے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں کام کرتا تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے شام کا کھانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھایا، پھر کچھ وقت وہاں ٹھہرے اور نماز عشاء وہیں ادا کی حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کا کھانا تناول فرمایا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب کافی رات گزارنے کے بعد گھر تشریف لائے تو ان کی بیوی نے کہا: آپ کو مہمانوں کا خیال نہ رہا تھا، کیا بات تھی؟ (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے) فرمایا: کیا آپ نے مہمانوں کو ابھی تک کھانا نہیں کھلایا؟ بیوی نے عرض کیا: مہمانوں نے آپ کے آنے تک کھانا کھانے سے انکار کر دیا تھا، ہم نے ان کے سامنے کھانا پیش کیا لیکن وہ نہیں مانے۔ عبد الرحمان کہتے ہیں کہ میں تو وہاں سے کسی دوسری جگہ چھپ گیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے (غصے میں آکر) کہا: اے کم عقل! اور مجھے بہت بُرا بھلا کہا، پھر مہمانوں سے کہا: کھانا کھاؤ۔ میں تو اس کھانے کو کبھی نہیں کھاؤں گا۔ حضرت عبد الرحمان رضی اللہ عنہ بیان

کرتے ہیں: اللہ کی قسم! ہم اس کھانے سے جو لقمہ بھی اٹھاتے تھے وہ نیچے سے بڑھ کر پہلے سے زیادہ ہو جاتا تھا حتیٰ کہ سب لوگوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا لیکن کھانا پہلے سے بھی زیادہ بچ گیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بغور ملاحظہ کیا تو کھانا جوں کا توں یا پہلے سے بھی زیادہ تھا۔ انھوں نے اپنی بیوی سے کہا: بنو بنی فراس کی بہن! یہ کیا معاملہ ہے؟ انھوں نے کہا: میری آنکھ کی ٹھنڈک! یہ تو پہلے سے تین گنا زیادہ ہے، تاہم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس سے کھایا اور فرمایا کہ ان کی وہ قسم شیطان کی طرف سے تھی۔ پھر انھوں نے دوبارہ اس میں سے کئی لقمے تناول فرمائے۔ بعد ازاں اسے اٹھا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے جو صبح کے وقت تک آپ کے پاس رہا۔ اتفاق سے ہمارے اور لوگوں کے درمیان ایک معاہدہ تھا۔ میعاد ختم ہونے پر وہ لوگ آئے۔ ہم نے ان میں سے بارہ نمائندوں کا انتخاب کیا اور ہر نمائندے کے ساتھ کئی کئی آدمی تھے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کی تعداد کتنی تھی۔ بہر حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کھانا ان کے پاس بھی بھیجا اور تمام لوگوں نے اس سے کھانا کھایا۔ [صحیح بخاری: 3581]

وہ تو اللہ کا بھیجا ہوا رزق تھا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس جاسوس بھیجے اور ان پر سیدنا عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا۔ جب یہ لوگ عسفان اور مکہ کے درمیان مقام ہدہ پر پہنچے تو بنو ہذیل کے ایک قبیلے کو ان کے آنے کی اطلاع مل گئی۔ اس قبیلے کا نام بنو لحیان تھا۔ اس قبیلے کے سو تیر انداز ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تلاش میں نکلے اور ان کے نشانات قدم کو دیکھتے ہوئے روانہ ہوئے۔ آخر کار اس جگہ پہنچ گئے جہاں بیٹھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھجوریں کھائی تھیں۔ انہوں نے گٹھلیاں دیکھ کر کہا: یہ تو یثرب کی کھجوریں ہیں۔ اب وہ ان کے نشانات قدم پر چلتے رہے۔ جب سیدنا عاصم رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے انہیں دیکھا تو انہوں نے ایک اونچی جگہ پر پناہ لی۔ انہوں نے ان کا محاصرہ کر لیا اور کہا کہ نیچے اترو اور خود کو ہمارے حوالے کر دو۔ ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ تمہارے کسی آدمی کو بھی ہم قتل نہیں کریں گے۔

یہ صورت حال دیکھ کر سیدنا عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ساتھیو! میں ہر گز کسی کافر کی ذمہ داری پر نہیں اتروں گا۔ پھر انہوں نے دعا کی: ''اے اللہ! اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حالات کی خبر دے۔''

پھر کافروں نے انہیں تیر مارنا شروع کر دیے حتیٰ کہ سیدنا عاصم رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ بعد میں ان کے عہد و پیمان پر تین شخص نیچے اترے۔ یہ حضرات سیدنا خبیب، زید بن دثنہ اور ایک تیسرے صحابی رضی اللہ عنہم تھے۔ قبیلے والوں نے جب ان تینوں پر قابو پالیا تو ان کی کمانوں سے تانتیں اتار کر ان کے ساتھ انہیں مضبوط باندھ دیا۔ تیسرے شخص نے کہا: یہ تمہاری پہلی بد شگنی ہے۔ میں تمہارے ساتھ کبھی نہیں جا سکتا۔ میرے لیے ان مقتول ساتھیوں کی زندگی نمونہ ہے۔ کفار نے انہیں گھسیٹنا شروع کیا اور زبردستی کی لیکن وہ کسی طرح ان کے ساتھ جانے پر تیار نہ ہوئے، چنانچہ وہ سیدنا خبیب اور سیدنا زید بن دثنہ رضی اللہ عنہما کو ساتھ لے گئے اور انہیں فروخت کر دیا اور یہ بدر کی لڑائی کے بعد کا واقعہ ہے۔

حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹوں نے سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کو خرید لیا کیونکہ انہوں ہی نے حارث بن عامر کو بدر کی لڑائی میں قتل کیا تھا۔ سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کچھ دنوں تک ان کے ہاں قید رہے۔ آخر انہوں نے ان کے قتل کو آخری شکل دی۔ ان دنوں سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ نے حارث کی ایک لڑکی سے استرہ مانگا تاکہ اپنے زیر ناف بال صاف کر لیں۔ اس نے استرہ دے دیا۔ اتفاق سے ان کا ایک چھوٹا سا بیٹا (کھیلتے کھیلتے) سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا جبکہ وہ اس سے بے خبر تھی۔ جب وہ ان کی طرف آئی تو دیکھا کہ انہوں نے اس (بچے) کو اپنی ران پر بٹھایا ہوا ہے اور استرہ ان کے ہاتھ میں ہے۔ یہ دیکھ کر وہ بہت گھبرائی۔

اس نے کہا: میری گھبراہٹ کو محسوس کر کے سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہیں اندیشہ ہے میں اس بچے کو قتل کر دوں گا۔ تم یقین رکھو میں ایسا ہر گز نہیں کروں گا۔ اس خاتون نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے خبیب سے بہتر کوئی قیدی نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم! ایک دن میں نے انہیں

دیکھا کہ اپنے ہاتھ میں خوشہ انگور لیے ان کو کھا رہے ہیں، حالانکہ وہ لوہے کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور ان دنوں مکہ میں کوئی پھل بھی نہیں تھا۔ وہ تو اللہ کا بھیجا ہوا رزق تھا جو اس نے خبیب کو عطا فرمایا تھا۔ پھر بنو حارث انہیں قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر لے جانے لگے تو سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دے دو۔ انہوں نے مہلت دے دی تو انہوں نے دو رکعات ادا کیں، فراغت کے بعد کہا: اللہ کی قسم! اگر تم یہ گمان نہ کرتے کہ میں گھبرا گیا ہوں تو میں ضرور نماز لمبی کرتا۔ پھر انہوں نے دعا کی:

اللَّهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا وَاقْتُلْهُمْ بَدَدًا وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ أَحَدًا

”اے اللہ! ان میں ایک ایک کو تباہی سے دوچار کر دے اور ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑ۔“

پھر یہ اشعار پڑھے:

فَلَسْتُ أُبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا عَلَى أَيِّ جَنْبٍ كَانَ لِلَّهِ مَصْرَعِي
وَذَلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلَهِ وَإِنْ يَشَأْ يُبَارِكْ عَلَى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

”جب میں اسلام پر قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ اللہ کی راہ میں مجھے کس پہلو پر پچھاڑا جائے گا اور یہ تو صرف اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہے۔ اگر وہ چاہے گا تو میرے جسم کے ایک ایک جوڑ پر ثواب عطا فرمائے گا۔“

اس کے بعد عقبہ بن حارث ان کی طرف بڑھا اور انہیں شہید کر دیا۔ سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ ہی نے مسلمانوں کے لیے طریقہ جاری کیا کہ قید کر کے قتل کیا جائے تو نماز ادا کرنے کی سنت ادا کرے۔ [صحیح بخاری: 3989-4086]

اللہ نے مجھے کھلایا بھی ہے اور پلایا بھی ہے:

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے میری قوم ”باہلہ“ کی طرف (بحیثیت مبلغ) بھیجا، جب میں ان کے پاس پہنچا تو بھوکا تھا اور وہ اس وقت کھانا کھا رہے

تھے، (ایک روایت میں ہے کہ خون کھا رہے تھے) وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور میری عزت و آبرو کی، انہوں نے کہا: صدی بن عجلان کو خوش آمدید۔ انہوں نے کہا: ہمیں یہ خبر موصول ہوئی ہے کہ تم اس آدمی (محمد ﷺ) کی طرف مائل ہو گئے ہو؟ (کیا بات اسی طرح ہے) میں نے کہا: نہیں نہیں۔ میں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لایا ہوں اور اب رسول اللہ ﷺ نے مجھے (قاصد بنا کر) بھیجا ہے تا کہ تم پر اسلام اور اس کے شرعی قوانین پیش کروں۔ انہوں نے کہا: آؤ کھانا کھاؤ۔ میں نے کہا: تمہارا ستیاناس ہو، میں تو تمہیں اس (قسم کے کھانوں سے) منع کرنے کے لیے آیا ہوں، میں رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہوں، میں تمہارے پاس آیا ہوں تا کہ تم لوگ مومن بن جاؤ۔ میں انہیں دعوت اسلام دیتا رہا اور وہ مجھے جھٹلاتے اور جھڑکتے رہے۔ میں نے انہیں کہا: تمہارا ناس ہو، میں سخت پیاسا ہوں، پانی تو پلاؤ، اس وقت میرے پاس ایک پگڑی بھی رکھی ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا: نہیں۔ ہم تجھے یوں ہی چھوڑے رکھیں گے، حتیٰ کہ تو مر جائے گا۔ میں سخت بھوک اور پیاس کی حالت میں وہاں سے چل دیا، میں اس وقت بری طرح تھک ہار چکا تھا اور دم گھٹ رہا تھا، میں نے اپنا سر پگڑی میں دیا اور گرمی کی شدت میں تپتی ہوئی زمین پر سو گیا، خواب میں میرے پاس دودھ لایا گیا (اور اتنا لذیذ کہ) لوگوں نے اس جیسا لذت والا دودھ نہیں دیکھا ہو گا، مجھے اس کو پینے کا موقع دیا گیا، میں نے پیا اور سیر اب ہو گیا اور میرا پیٹ بڑا ہو گیا۔ لوگوں نے کہا: تمہارے پاس ایک اعلی و اشرف آدمی آیا تھا، لیکن تم نے (اس کی کوئی عزت نہیں کی) اور اسے دھتکار دیا، جاؤ اور اسے اس کی چاہت کے مطابق کھانا کھلاؤ اور مشروب پلاؤ۔ وہ میرے پاس کھانا لائے، لیکن میں نے کہا:

لَا حَاجَةَ لِي فِي طَعَامِكُم وَشَرَابِكُم ، فَإِنَّ اللهَ قَد أَطعَمَنِي وَسَقَانِي

”مجھے تمہارے کھانے پینے کی کوئی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ نے مجھے کھلایا بھی ہے اور پلایا بھی ہے۔“

یہ میرا وجود دیکھ لو۔ پھر میں نے ان کو اپنا (سیر و سیر اب) پیٹ دکھایا، جب انہوں نے یہ (کرامت) صورتحال دیکھی تو وہ مجھ پر اور جو کچھ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے لایا تھا، اس پر ایمان لے آئے اور سارے کے سارے مسلمان ہو گئے۔[سلسلہ صحیحہ:3442]

ابھی دعا مکمل ہی ہوئی تھی کہ۔۔:

خادمِ رسول سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ہر مسلمان اچھی طرح واقف ہے، بصرہ میں آپ کی زمین تھی اور وہاں عرصہ دراز سے بارش نہیں ہو رہی تھی، جس وجہ سے زمین قحط سالی کا شکار ہو گئی۔ زمین کے نگران نے آپ کو بتایا تو آپ سن کر کافی فکر مند ہوئے اور بعد میں اپنی زمین سے تھوڑا سا دور جا کر وضو کیا، دو رکعت نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی تو

فَثَارَتْ سَحَابَةٌ وَغَشِيَتْ أَرْضَهُ وَأَمْطَرَتْ

ابھی دعا مکمل ہی ہوئی تھی کہ بادل امنڈ آئے اور جہاں تک آپ کی زمین تھی وہاں وہاں پر اللہ تعالی نے رحمت کی بارش نازل فرمادی اور وہ بارش صرف اور صرف آپ کی زمین تک محدود رہی۔ مورخ اسلام امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں:

هٰذِهِ كَرَامَةٌ بَيِّنَةٌ ثَبَتَتْ بِإِسْنَادَيْنِ

یہ واضح کرامت دو سندوں کے ساتھ ثابت ہے۔[تاریخ دمشق:3/85، سیر اعلام النبلاء:3/401]

لاٹھیوں کی روشنی:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

أَنَّ أُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ وَعَبَّادَ بْنَ بِشْرٍ تَحَدَّثَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ لَهُمَا حَتَّى ذَهَبَ مِنَ اللَّيْلِ سَاعَةٌ فِي لَيْلَةٍ شَدِيدَةِ الظُّلْمَةِ ثُمَّ خَرَجَا مِنْ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ينقلبان وبيد كل مِنْهُمَا عُصَيَّةٌ فَأَضَاءَتْ عصى أَحَدِهِمَا لَهُمَا حَتَّى مَشَيَا فِي ضَوْئِهَا حَتَّى إِذَا افْتَرَقَتْ بِهِمَا الطَّرِيقُ أَضَاءَتْ لِلْآخَرِ عَصَاهُ فَمَشَى كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي ضَوْءِ عَصَاهُ حَتَّى بلغ أَهله

سیدنا اُسید بن حضیر اور عبادہ بن بشیر رضی اللہ عنہما اپنے کسی مسئلہ کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرتے رہے حتیٰ کہ شدید تاریک رات میں رات کا کافی حصہ گزر گیا، پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے واپسی کے لیے روانہ ہوئے، ہر ایک کے ہاتھ میں چھوٹی سی لاٹھی تھی، چنانچہ ان دونوں میں سے ایک کی لاٹھی نے روشنی پیدا کر دی حتیٰ کہ وہ اس کی روشنی میں چلنے لگے، لیکن جب ان دونوں کی راہیں الگ الگ ہوئیں تو دوسرے کے لیے اس کی لاٹھی نے روشنی پیدا کر دی، دونوں میں ہر ایک اپنی لاٹھی کی روشنی میں چلنے لگا حتی کہ وہ اپنے گھر پہنچ گیا۔[صحیح بخاری:3805]

تمھارا نام کیا ہے؟

سیدنا أبو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ایک دفعہ ایک شخص زمین میں ایک صحرائی ٹکڑے پر کھڑا تھا۔ اس نے ایک بادل میں آواز سنی:

اِسْقِ حَدِيقَةَ فُلَانٍ "فلاں کے باغ کو سیراب کرو۔"

وہ بادل ایک جانب بنا اور ایک پتھریلی زمین میں اپنا پانی انڈیل دیا۔ پانی کے بہاؤ والی ندیوں میں سے ایک ندی نے وہ سارا پانی اپنے اندر لے لیا۔ وہ شخص پانی کے پیچھے پیچھے چل پڑا تو وہاں ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا اپنے کدال سے پانی کا رخ (اپنے باغ کی طرف) پھیر رہا ہے۔ اس نے اس سے کہا: اللہ کے بندے! تمھارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: فلاں وہی نام جو اس نے بادل میں سنا تھا۔ اس (آدمی) نے اس سے کہا: اللہ کے بندے! تم نے مجھ سے میرا نام کیوں پوچھا ہے؟ اس نے کہا: میں نے اس بادل میں جس کا یہ پانی ہے (کسی کو) یہ کہتے سنا تھا۔ فلاں کے باغ کو سیراب کرو تمھارا نام لیا تھا۔ تم اس میں کیا کرتے ہو۔" اس نے جواب دیا:

أَمَّا إِذْ قُلْتَ هَذَا، فَإِنِّي أَنْظُرُ إِلَى مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهِ، وَآكُلُ أَنَا وَعِيَالِي ثُلُثًا، وَأَرُدُّ فِيهَا ثُلُثَهُ

"تم نے یہ بات کہہ دی ہے تو میں (تمھیں بتادیتاہوں) اس باغ سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے میں اس پر نظر ڈال کر اس کا ایک تہائی حصہ صدقہ کر دیتاہوں ایک تہائی میں اور میرے گھروالے کھاتے ہیں۔اور ایک تہائی اسی (باغ کی دیکھ بھال) میں لگادیتا ہوں۔" [صحیح مسلم:7473]

وہ اللہ کا رزق تھا:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بھیجا اور ہمارا سردار سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بنایا تاکہ ہم ملیں قریش کے قافلہ سے اور ہمارے توشے کے لیے ایک تھیلہ کھجور کا دیا اس کے علاوہ اور کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ملا تو سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ہم کو ایک ایک کھجور (ہر روز) دیا کرتے تھے۔ تابعی ابوالزبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا تم ایک کھجور کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: اس کو چوس لیتے تھے بچہ کی طرح پھر اس پر تھوڑا پانی پی لیتے تھے۔ وہ ہم کو سارے دن رات کو کافی ہو جاتی اور ہم اپنی لکڑیوں سے پتے جھاڑتے پھر اس کو پانی میں تر کرتے اور کھاتے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم گئے سمندر کے کنارے پر وہاں ایک لمبی سی موٹی چیز نمودار ہوئی ہم اس کے پاس گئے دیکھا تو وہ ایک جانور ہے جس کو عنبر کہتے ہیں۔ سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ مردار ہے۔ پھر کہنے لگے: نہیں ہم اللہ کے رسول کے بھیجے ہوئے ہیں اور اللہ کی راہ میں نکلے ہیں اور تم بے قرار ہو رہے ہو (بھوک کے مارے) تو کھاؤ اس کو۔ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم وہاں ایک مہینہ رہے اور ہم تین سو آدمی تھے۔ (اس کا گوشت کھایا کرتے) یہاں تک کہ ہم موٹے ہو گئے۔ جابر نے کہا: تم دیکھو ہم اس کی آنکھ کے حلقہ میں سے چربی کے گھڑے بھرتے اور اس میں بیل کے برابر گوشت کے ٹکڑے کاٹتے تھے۔ آخر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ہم میں سے تیرہ آدمیوں کو لیا تو وہ سب اس کی آنکھ کے حلقے کے اندر بیٹھ گئے اور ایک پسلی اس کی پسلیوں میں سے اٹھا کر کھڑی کی پھر سب سے بڑے اونٹ پر پالان باندھا، ان اونٹوں میں سے جو ہمارے ساتھ تھے، وہ اس کے تلے سے نکل

گیا اور ہم نے اس کے گوشت میں سے **وشائق** بنا لئے توشہ کے واسطہ (**وشائق** جمع ہے **وشیقه** کی **وشیقه** وہ ابلا ہوا گوشت جو سفر کے لئے رکھتے ہیں۔) جب ہم مدینہ آئے تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور یہ قصہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

هُوَ رِزْقٌ أَخْرَجَهُ اللَّهُ لَكُمْ فَهَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ شَيْءٌ؟، فَتُطْعِمُونَا

"وہ اللہ کا رزق تھا جو تمہارے لئے اس نے نکالا تھا اب تمہارے پاس کچھ ہے اس کا گوشت تو ہم کو بھی کھلاؤ۔"

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے اس کا گوشت رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا آپ ﷺ نے اس کو کھایا۔[صحیح مسلم:4998]

تمہارا باپ کون ہے؟

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"بنی اسرائیل میں ایک صاحب تھے، جن کا نام جریج تھا۔ وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کی والدہ آئیں اور انہیں پکارا۔ انہوں نے جواب نہیں دیا۔ سوچتے رہے کہ جواب دوں یا نماز پڑھوں۔ پھر وہ دوبارہ آئیں اور بددعا کر گئیں، اے اللہ! اسے موت نہ آئے جب تک کسی بدکار عورت کا منہ نہ دیکھ لے۔ جریج اپنے عبادت خانے میں رہتے تھے۔ ایک عورت نے (جو فاحشہ تھی) کہا کہ جریج کو فتنہ میں ڈالے بغیر نہ رہوں گی۔ چنانچہ وہ ان کے سامنے آئی اور گفتگو کرنی چاہی، لیکن انہوں نے منہ پھیر لیا۔ پھر وہ ایک چرواہے کے پاس گئی اور اپنے جسم کو اس کے قابو میں دے دیا۔ آخر لڑکا پیدا ہوا۔ اور اس عورت نے الزام لگایا کہ یہ جریج کا لڑکا ہے۔ قوم کے لوگ جریج کے پاس آئے اور ان کا عبادت خانہ توڑ دیا۔ انہیں باہر نکالا اور گالیاں دیں۔

فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى ثُمَّ أَتَى الْغُلَامَ فَقَالَ مَنْ أَبُوكَ يَا غُلَامُ قَالَ الرَّاعِي قَالُوا نَبْنِي صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ لَا إِلَّا مِنْ طِينٍ

لیکن جریج نے وضو کیا اور نماز پڑھ کر اس لڑکے کے پاس آئے۔ انہوں نے اس سے پوچھا بچے! تمہارا باپ کون ہے؟ بچہ (خدا کے حکم سے) بول پڑا کہ چرواہا! (قوم خوش ہو گئی اور) کہا کہ ہم آپ کے لیے سونے کا عبادت خانہ بنوا دیں۔ جریج نے کہا کہ میرا گھر تو مٹی ہی سے بنے گا۔[صحیح بخاری:2482]

اللہ نے کافر کو کس طرح ذلیل کیا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سارہ علیہا السلام کے ساتھ (نمرود کے ملک سے) ہجرت کی تو ایک ایسے شہر میں پہنچے جہاں ایک بادشاہ رہتا تھا یا (یہ فرمایا کہ) ایک ظالم بادشاہ رہتا تھا۔ اس سے ابراہیم علیہ السلام کے متعلق کسی نے کہہ دیا کہ وہ ایک نہایت ہی خوبصورت عورت لے کر یہاں آئے ہیں۔ بادشاہ نے آپ علیہ السلام سے پچھوا بھیجا کہ ابراہیم! یہ عورت جو تمہارے ساتھ ہے تمہاری کیا ہوتی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ میری بہن ہے۔ پھر جب ابراہیم علیہ السلام سارہ علیہا السلام کے یہاں آئے تو ان سے کہا کہ میری بات نہ جھٹلانا، میں تمہیں اپنی بہن کہہ آیا ہوں۔ خدا کی قسم! آج روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مومن نہیں ہے۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے سارہ علیہا السلام کو بادشاہ کے یہاں بھیجا، یا بادشاہ حضرت سارہ علیہا السلام کے پاس گیا۔ اس وقت حضرت سارہ علیہا السلام وضو کر کے نماز پڑھنے کھڑی ہو گئی تھیں۔ انہوں نے اللہ کے حضور میں یہ دعا کی کہ:

اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِي إِلَّا عَلَى زَوْجِي فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ هَذَا الْكَافِرَ

"اے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول (ابراہیم علیہ السلام) پر ایمان رکھتی ہوں اور اگر میں نے اپنے شوہر کے سوا اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی ہے، تو تو مجھ پر ایک کافر کو مسلط نہ کر۔"

اتنے میں بادشاہ تھرایا اور اس کا پاؤں زمین میں دھنس گیا۔ حضرت سارہ علیہا السلام نے اللہ کے حضور میں دعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ مر گیا تو لوگ کہیں گے کہ اسی نے مارا ہے۔ چنانچہ وہ پھر

چھوٹ گیا اور حضرت سارہ علیہا السلام کی طرف بڑھا۔ حضرت سارہ علیہا السلام وضو کر کے پھر نماز پڑھنے لگی تھیں اور یہ دعا کرتی جاتی تھیں:

اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِي إِلَّا عَلَى زَوْجِي فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ هَذَا الْكَافِرَ

"اے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول (ابراہیم علیہ السلام) پر ایمان رکھتی ہوں اور اگر میں نے اپنے شوہر کے سوا اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی ہے، تو تو مجھ پر ایک کافر کو مسلط نہ کر۔"

چنانچہ وہ پھر تھرتھرایا، کانپا اور اس کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ حضرت سارہ علیہا السلام نے پھر وہی دعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ مر گیا تو لوگ کہیں گے کہ اسی نے مارا ہے۔ اب دوسری مرتبہ یا تیسری مرتبہ بھی وہ بادشاہ چھوڑ دیا گیا۔ آخر وہ کہنے لگا کہ تم لوگوں نے میرے یہاں ایک شیطان بھیج دیا۔ اسے ابراہیم علیہ السلام کے پاس لے جاؤ اور انہیں آجر (حضرت ہاجرہ) کو بھی دے دو۔ پھر حضرت سارہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں اور ان سے کہا کہ

أَشَعَرْتَ أَنَّ اللَّهَ كَبَتَ الْكَافِرَ وَأَخْدَمَ وَلِيدَةً

"دیکھتے نہیں اللہ نے کافر کو کس طرح ذلیل کیا اور ساتھ میں ایک لڑکی بھی دلوا دی۔" [صحیح بخاری:2217]

کراماتِ اولیاء تاریخ کی روشنی میں

مجھے سنتا نہیں ہے:

اسود عنسی نے اپنی نبوت کا دعویٰ یمن کے شہر صنعاء سے کیا۔ اس نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پاس طلب کیا۔ ان سے کہا:

أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ؟

"تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ میں خدا کا رسول ہوں۔"

انہوں نے کہا: لَا أَسْمَعُ "میں سنتا نہیں ہوں۔"

دوسرا سوال اس نے ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ کیا۔ کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں۔ انہوں نے فوراً کہا:

أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ

"ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔"

اس نے یکے بعد دیگرے تین بار یہ دونوں سوال دہرائے۔ آپ نے ہر بار اس کو وہی پہلا جواب دیا۔ اس نے اپنے عقیدت مندوں کو ایندھن جمع کرکے آگ بھڑکانے کا حکم دیا۔ جب آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے تو اس نے حکم دیا کہ ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کو رسی میں باندھ کر اس بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا جائے۔ اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ لیکن لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ان لپکتے ہوئے شعلوں نے ان کا بال بھی بیکا نہ کیا۔ اسود عنسی کے مشیروں نے اسے ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کو فوراً نکال دینے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ ان کو وہاں سے نکال دیا گیا۔ جب یہ واقعہ رونما ہوا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا تھا اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بن چکے تھے۔ ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ تشریف لائے۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر اپنے اونٹ کو بٹھایا اور اندر جاکر نماز کی نیت باندھ لی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا۔ جب ابو مسلم رحمۃ اللہ علیہ نماز ادا کر چکے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا آپ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ میں اہل یمن سے ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا۔ ہمارے اس بھائی کا کیا حال ہے جس کو اس جھوٹے نبی نے آگ کے الاؤ میں پھینکا تھا۔ انہوں نے جواب دیا: "میں وہی ہوں۔" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا "کیا واقعی تم وہی شخص ہو۔" انہوں نے جواب دیا: "بخدا میں وہی ہوں۔" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں سینے سے لگا لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ انہیں اپنے ہمراہ لے کر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بٹھا دیا، پھر کہا:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يُمِتْنِي حَتَّى أَرَانِي فِي أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ مَنْ فُعِلَ بِهِ كَمَا فُعِلَ بِإِبْرَاهِيمَ الْخَلِيلِ.

"خدا کا شکر ہے، جس نے مجھے مرنے سے پہلے اس شخص کی زیارت کا شرف بخشا ہے، جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح آگ میں ڈالا گیا۔" [سیر اعلام النبلاء:4/9]

ایک ماہ میں قرآن حفظ:

مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے جید علماء میں سے تھے، جن کی زندگی علم و عمل، دین کی خدمت اور جہدِ مسلسل سے عبارت تھی۔ مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ماہ میں حفظِ قرآن مکمل کرلینا بھی ایک ایسی ہی کرامت ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے انہیں عطا کی گئی۔

ماہ رمضان المبارک سر پر تھا والدہ نے آہ سرد بھر کر کہا کتنی خوش نصیب ہیں وہ مائیں جن کے بچے تراویح میں قران سنائیں گے، میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ بچپن تھا، آپ نے ماں کی یہ بات سن لی، رمضان کی پہلی تاریخ تھی، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قران مجید حفظ کرنا شروع کر دیا، دن کو جو پارہ حفظ کرتے رات کو تراویح میں سنادیتے، پہلی تاریخ کو پہلا، دوسری تاریخ کو دوسرا اور تیسری تاریخ کو تیسرا پارہ سنادیا، ادھر رمضان کے آخری تاریخ تھی اُدھر قران کا تیسواں پارہ تھا، یعنی رمضان ہی میں قران یاد کرکے رمضان ہی میں سنادیا۔ [کراماتِ اہلِ حدیث: ص112]